

حدیث و سنت

خطیب : مولانا عبدالسلام بھٹوی
ترتیب و تلخیص :- محمد رمضان سلفی

”کیا حدیث کو محض غلطی کے امکان کی بنا پر رد کیا جاسکتا ہے؟“

بعض لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ضروری ہے لیکن بقول ان کے حدیث قرآن کریم کی طرح قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے جس میں محدثین کی امکانی کوشش بھی داخل ہے جو نبی کریم تک کسی بات کی نسبت کی تحقیق کرتے ہیں۔ اور سلسلہ سند کے اشخاص نیز محدثین خطا سے پاک نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے انہوں نے حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہو لہذا حدیث، قرآن مجید کی طرح قطعی نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں جو حدیث قرآن کریم کے مطابق ہو وہ قبول کی جائے گی اور جو حدیث اس کے موافق نہ ہو اسے چھوڑ دیا جائیگا۔ ان کے بقول حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے گا اور اس کے رد و قبول کا فیصلہ قرآن کریم کا اور ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ حدیث کی تحقیق کے لئے صحابہ کرام کا اصول بھی یہی تھا۔

اس بارہ میں سب سے پہلے سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اگر وہی حدیث مانی جائے جو قرآن کریم کے مطابق ہو تو پھر آپ نے حدیث کو کیا مانا؟ پھر تو صرف قرآن کو ہی تسلیم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن کے موافق بات کہیں تب آپ مائیں دوسری بات کو نہ مائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے لوگوں سے امتیازی حیثیت اور آپ کی فضیلت تو کچھ نہ رہی۔

ایک آدمی امام شافعیؒ کے پاس آکر کہنے لگا قرآن کریم تو قطعی ہے جس چیز کو وہ حرام کرے وہ قطعی حرام ہے اور جسے وہ حلال کہے وہ قطعاً حلال ہے لیکن رسول کریمؐ کی احادیث کا وہ مرتبہ نہیں جو قرآن مجید کا ہے۔ وہ ظنی ہیں جو انسانوں کے ذریعے ہم تک

پہنچی ہیں جن میں خطا کا امکان ہے لہذا ان کے ذریعے کسی چیز کو حرام یا حلال قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امام شافعیؒ نے اس سے فرمایا بتاؤ یہ شخص جو تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہے کیا اسے قتل کرنا یا اس کا مال چھین لینا تمہارے لئے جائز ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ مال چھیننا یا اس کا خون بہانا حرام ہے آپ نے فرمایا 'اچھا یہ بتاؤ اگر دو آدمی گواہی دیدیں کہ ہم نے اسے فلاں کو قتل کرتے دیکھا ہے جبکہ اس نے اس کا مال بھی چھینا ہے تو پھر آپ کا فیصلہ کیا ہوگا؟ تو اس نے جواب دیا پھر تو میں اسے قصاص میں قتل کروں گا۔ اور جو مال اس نے چھینا ہے واپس دلاؤں گا۔ آپ نے فرمایا 'اب یہ بتاؤ کہ یہاں گواہوں کی شہادت میں غلطی کا امکان نہیں ہے؟ وہ گواہ بھی آخر انسان ہیں جنہیں غلطی لگ سکتی ہے اس نے جواب دیا کہ واقعی غلطی کا امکان تو اب بھی ہے تو آپ نے فرمایا جبکہ دو آدمیوں کی شہادت آپ کے ہاں غلطی ہے اور اس میں غلطی کا امکان ہے تو آپ نے ایسے دو آدمیوں کی گواہی سے اس آدمی کے مال اور جان کو کیونکر حلال کر لیا؟ جبکہ قرآن کریم نے اس آدمی کے مال و جان کو حرام قرار دیا ہے حالانکہ ان کی گواہی قرآن کے مرتبے کی نہیں اور اس میں غلطی کا بھی امکان ہے تب اس نے کہا اسکا تو کوئی جواب نہیں یہ بات تو ٹھیک ہے کہ جب تک غلطی ثابت نہیں ہوگی اس کو صرف امکان کی بنا پر رو نہیں کیا جاسکتا اور اس طرح حدیث کو صرف اس بنا پر نہیں چھوڑا جاسکتا کہ اسے نقل کرنے والے انسان ہیں جن سے غلطی ہونا ممکن ہے ہاں جب کسی راوی سے غلطی کا واقع ہونا ثابت ہو جائے تب اسے چھوڑا جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ احادیث سے قطعی علم حاصل نہیں ہوتا وہ تو صرف ظن کا فائدہ دیتی ہیں جبکہ ظن کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يَكُونُ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

ظن حق کا فائدہ نہیں ملتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ احادیث ظنی ہیں اور ظنی احادیث سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا احادیث کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اس دعوے کے باوجود یہ لوگ یہ بلور کراتے ہیں کہ ہم احادیث کو مانتے ہیں اور ہمیں منکر حدیث کہنا درست نہیں!!! ----- حالانکہ ایک طرف یہ لوگ احادیث کو ظنی کہتے ہیں اور ظنی ہونے کا مفہوم ان کے ہاں یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا کرتا، لہذا احادیث رسول پرے سے غیر معتبر قرار پائیں جب یہ غیر معتبر ٹھہریں تو انہیں قرآن کریم

پر پیش کرنے کا کیا مطلب؟

دراصل ان لوگوں کو ظن کا مفہوم سمجھنے میں غلطی لگی ہے کیونکہ لفظ ”ظن“ عربی زبان میں کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے کبھی یہ لفظ شک کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے **إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ**

یعنی یہ لوگ وہم و گمان اور خواہشات نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے کہ **إِنْ يَتَّبِعُونَ الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِي مِنَ الْحَقِّ هَمًّا** یہ لوگ ظن و وہم کے پیچھے لگے ہوئے ہیں حالانکہ وہ حق سے کچھ کفایت نہیں کرتے۔ اب جبکہ ظن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور احادیث بھی ظنی ہیں تو ان سے بھی کوئی علمی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

لہذا راغب نے اپنی مفردات القرآن میں کہا ہے

الظَّنُّ اسْمُ مَا يَحْصُلُ عَنْ أَمَارَةٍ وَمَتَى قَوِيَّتْ أَدَّتْ إِلَى الْعِلْمِ

یعنی ظن اس چیز کا نام ہے جو علاقوں اور دلائل سے حاصل ہو اور یہ دلائل جیسے مضبوط ہوتے جائیں ویسے ان سے علم یقین حاصل ہوتا جاتا ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل چند کلمات بطور تمہید پیش خدمت ہیں کہ یہ یقین دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو مشاہدے سے حاصل ہو جیسے سورج کو آنکھوں سے دیکھ لے کہ وہ طلوع ہو چکا ہے یہ ایسا یقین ہے جس میں سوچنے سمجھنے اور غورو فکر سے حاصل ہوتا ہے یا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک کوئی غلط بیانی نہیں کی اور نہ ان سے کوئی خیانت سرزد ہوئی ایسی باتوں پر جب کوئی انسان غور کرتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے نبوت کے دعویٰ میں بھی سچے ہیں۔

اسی طرح جب ہم غورو فکر کرتے ہیں کہ بعض لوگ ساری عمر دوسروں پر ظلم و ستم ڈھالتے رہتے ہیں اور کمزور لوگ ظلم سہتے مر جاتے ہیں اور ان مظلوموں کو اگر انصاف نہ ملے تو بڑی زیادتی کی بات ہے لہذا کوئی دن ایسا ہونا چاہیے جس میں مظلوم کو انصاف ملے اور ظالم کو اپنی زیادتی کی سزا ملے تو یقین ہو جاتا ہے کہ قیامت کا پاپا ہونا برحق ہے۔

لہذا غورو فکر اور دلائل سے حاصل ہونے والے علم و یقین کو بھی عربی زبان میں ”ظن“ کہتے ہیں جیسا کہ لہذا راغب نے فرمایا

الظَّنُّ اسْمُ مَا يَحْصُلُ عَنْ أَمَارَةٍ وَمَتَى قَوِيَّتْ أَدَّتْ إِلَى الْعِلْمِ

وَمَتَىٰ ضَعُفَتْ جِدًّا لَمْ يَتَجَاوَزْ حَدَّ التَّوَهُّمِ

یعنی ظن اس چیز کا نام ہے جو علاقوں اور دلائل کے ذریعے سے حاصل ہو، یہ علاقوں اور دلائل جیسے مضبوط ہوتے جائیں ویسے ان سے علم یقین حاصل ہوتا جاتا ہے اور اگر وہ کمزور ہوتے جائیں تو وہم حاصل ہوتا ہے (اسے بھی ظن کہتے ہیں)

الغرض ”ظن“ جیسے وہم پر بولا جاتا ہے اسی طرح یہ لفظ یقین کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ دلائل و براہین اور علامات اگر قوی ہوں تو ایسا ظن یقین کا فائدہ دیتا ہے اور اگر وہ علامات کمزور ہوں تو وہم کے معنی میں ہوگا۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر لفظ ظن یقین کے معنی میں وارد ہوا ہے خصوصاً جبکہ اسکے بعد ”أَنَّ“ میں آئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ

یعنی نماز پڑھنا لوگوں پر بڑا گراں ہے لیکن اللہ سے ڈرنے والوں پر یہ مشکل نہیں ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اب دیکھئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات یقینی چیز ہے اور اس کے لئے ”ظن“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جب قیامت پر یقین رکھنے کیلئے ظن کا لفظ کفایت کر جاتا ہے تو احادیث نبویہ کیلئے ”ظن“ کا لفظ آجائے گا تو یہ کوئی اجتہاد کی بات ہے کیونکہ احادیث نبویہ کے ظنی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ وہم ہیں یا مشتبہ ہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ یقینی ہیں اور یہ یقین دلائل میں غور و فکر اور تحقیق کرنے کے بعد حاصل ہوا ہے۔۔۔۔۔ جیسا کہ کوئی آدمی دوسرے کو کسی بات کی خبر دے تو اس کے چھوٹا جانے کا بھی احتمال ہے جیسا کہ وہ سچا بھی ہو سکتا ہے اور اگر وہ خبر دینے والا آدمی صلوٰۃ و امین ہو تو اس کی خبر کے سچا ہونے کا ہمیں یقین ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ اس کی خبر کے ساتھ دیگر قرائن بھی مل جائیں جو اس کے صلوٰۃ ہونے کی تائید کرتے ہوں لیکن اس خبر کو ”ظن“ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ علم ہمیں مختلف دلائل اور قرائن سے حاصل ہوا ہے۔

اسی طرح جب کوئی پیدا ہوتا ہے تو اس کے ہوش سنبھالنے کے بعد اسے اپنی والدہ سے پتہ چلتا ہے کہ میرا باپ فلاں ہے جس کا میں بیٹا ہوں ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی والدہ کے علاوہ دیگر بہت سے لوگوں سے سنا ہو کہ اس کا والد فلاں ہے لیکن اصل حقیقت کا علم تو

اس کی والدہ کا ہے یا اس کے باپ کو اب اگرچہ اس خبر میں غلطی کا امکان ہے لیکن اس امکان کی بنا پر کوئی بھی اپنے باپ کی نفی نہیں کرتا اور اگر اس امکان کی بنا پر ہی خبر کی نفی کر دی جائے تو کسی کا اصل باپ ہی ثابت نہیں ہو سکے گا لیکن خبر دینے والی عورت اگر پاکدامن ہے تو اس کی خبر قبول کر لی جاتی ہے بلکہ اس کا یقین کر لیا جاتا ہے اگرچہ یہ یقین قرآن سے حاصل ہونے والا ہے۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنیاد پر چل رہے ہیں۔ جیسا کہ قاضی دو گواہوں کی شہادتیں لیکر فیصلہ کر دیتا ہے اگرچہ گواہوں کی گواہی میں غلطی کا امکان ہوتا ہے لیکن جب تک غلطی ثابت نہ ہو جائے ان کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے۔

اور گواہوں کی گواہی میں غلطی کا امکان قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ فرمایا اگر کوئی آدمی سفر میں فوت ہو جائے اور وہ کوئی وصیت کر گیا ہو تو عصر کے بعد دو آدمی شہادت دیں کہ مرنے والے نے یہ وصیت کی تھی بعد میں اگر معلوم ہو جائے کہ ان کی گواہی غلط ہے تو فوت ہونے والے کے وارثوں میں سے دو آدمی شہادت دیں کہ ان کی گواہی غلط ہے اور درست ہماری شہادت ہے۔

قرآن کریم کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ گواہوں کی گواہی میں غلطی کا امکان ہوتا ہے لیکن اس غلطی کے امکان کو قبول اس وقت کیا جائے جبکہ وہ غلطی، دلائل سے ثابت ہو جائے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ لوگ میرے پاس کوئی جھگڑا لے کر آتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے ایک فریق اپنا موقف اچھے انداز میں پیش کر دے اور میں اس پر اعتماد کر کے اس کے مطابق فیصلہ کر دوں، حالانکہ وہ غلطی پر ہو، تو وہ یہ نہ سمجھ لے کہ یہ حق نبی کریمؐ نے مجھے دیا ہے لہذا میرے لئے جائز ہو گیا ہے، بلکہ وہ آگ کا انگارہ ہے جو میں نے اسے کٹ کر دیا ہے۔۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاضی جو سنے گا اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اور وہ دلوں کو کیرنے کا مکلف نہیں ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح تاجر بھی نفع کے امکان پر ہی تجارت کرتا ہے وہ تجارت کرنا اس لئے نہیں چھوڑ دیتا کہ نفع کا یقین نہیں ہے، ایک طالب علم کے پیش نظر بھی حصول علم کا امکان ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو ان میں صلح کرانے کیلئے ایک منصف خلوند کی طرف سے اور دوسرا بیوی کی طرف سے مقرر کیا جائے اور فرمایا

بُرِّيدَا اِصْلَحَا يَوْفِقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا

یعنی اگر وہ میاں پیوی کی درمیان اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں موافقت پیدا کر دے اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ دونوں منصف اصلاح کا ارادہ کر سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے دل سے وہ اصلاح کو نہ چاہتے ہوں لیکن ہم اس بات کے متکلف ہیں کہ طرفین سے ایک ایک منصف مقرر کر دیں۔ صرف اس لیے اس حکم کی تعمیل کو نہ چھوڑ دیں کہ ہو سکتا ہے وہ منصف اصلاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

”محرم“ اگر ایسا شکار کرے جسکی ممانعت تھی تو اس پر جزا واجب ہے جسکا فیصلہ منصف کریں گے اور وہ شکار کئے ہوئے جانور کے مساوی جانور کا فدیہ دے گا۔ تاہم اس میں بھی غلطی کا امکان ہے اور ہو سکتا ہے فدیہ میں دیا جانے والا جانور شکار سے بڑا ہو یا چھوٹا، لیکن غلطی کے اس امکان کی بنا پر فدیہ ساقط نہیں ہو جائے گا، اسی طرح جو چیزیں ہم آنکھ سے دیکھتے ہیں اور یقین حاصل ہو جاتا ہے لیکن اکثر و بیشتر وہ بھی غلطی ہوتی ہیں۔ حالانکہ آنکھ سے دیکھ لینا سننے سے کہیں بہتر ہے اور کسی چیز کو دیکھ لینے سے طبیعت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر اطلاع دی کہ آپ کے آنے کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا ہے، لیکن اس کو سننے سے آپکی طبیعت پر زیادہ اثر نہیں ہوا بلکہ آپ تو ریت کی تختیاں اٹھائے ہوئے جب واپس پہنچے تو دیکھا کہ ان کی قوم واقعی پھڑے کی پرستش میں مبتلا ہے تو قوم کو شرک کرتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے غصے میں اگر تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی سرزنش کی، معلوم ہوا کہ کسی چیز کو دیکھ لینے سے طبیعت پر اثر سننے کی سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مسلم ہے کہ آنکھ بھی غلطی کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی ممکنہ غلطی کے ازالے کیلئے ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا

یعنی اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہیں کوئی خبر دے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، لیکن اگر مخبر فاسق نہ ہو بلکہ ثقہ اور قابل اعتماد ہو تو اسکی خبر کی تحقیق کی بھی ضرورت نہیں اس کی ضرورت تب ہے جبکہ فاسق ہو۔ غلط ثابت ہونے پر اس کی خبر کو رد کر دیا جائے گا ورنہ قبول کر لیا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ایک ساتھی تھا، ایک دن وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا تاکہ آپ پر نازل ہونے والی وحی کا علم

حاصل کرے اور مجھے آکر بتا دیتا اور ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ گھر میں رہتا، تاکہ وحی کا علم حاصل کر کے میں اسے سکھائوں، دیکھئے یہاں ایک ہی آدمی کی بہت محنت سمجھی جاتی تھی کیونکہ وہ عداوت سے متصف تھا۔

(جاری ہے)۔

پشاور سے تاشقند و تاشکاک کا شجر اسلامی قوتوں کا ترجمان

بے باک صحافت کا علمبردار

مفتی اعظم سرحد

حضرت مولانا محمد یوسف قریشی

○ کی زیر ادارت و سرپرستی ○

ہفت روزہ ”صوت الاسلام“ پشاور

ایک انقلابی اخبار

مورخہ یکم محرم الحرام ۱۴۱۳ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۹۲ھ کو منصف شہود پر آچکا ہے۔

ایڈیٹر : احتشام الحق قریشی

ششماہی ۳۰ روپے

سالانہ زیر مبادلہ : 20 روپے

فی پرچہ : ۲ روپے

جامعہ اشرفیہ عید گاہ روڈ پشاور

”صوت الاسلام“

فیبر ہفت روزہ

فون نمبر ۲۱۳۲۶۸ - ۲۲۰۶۳۲